ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.5,Issue No.2(2023)
(July to September)

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی معنویت کے کچھ گوشے

Some Semantic Aspects of the War of Independence of 1857

حفصہ ثانیہ
لیکچرار، شعبۂ اُردو، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور
ڈاکٹر محمد اشرف
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان

Hafsa Sania
Lecturer, Department of Urdu,The Islamia University, Bahwalpur
Dr. Muhammad Ashraf
Assistant Professor, Department of Urdu, Emerson University ،Multan.

Abstract:

After 150 years of this historic catastrophe ,certain dimensions of this war of independence/mutiny were highlighted by historians and scholars of Sub continent while going through the secret and semisecret documents. So many books in Urdu and English were Published. The fast-growing trend of post-colonial criticism in Urdu has produced some historical documents, otherwise letters of Mirza Ghalib, some novels of Nazeer Ahmad, stories of Khwaja Hassan Nizami or undertone of some of the verses of Hali and Ismail Mirthi gave some glimpses of that period . Now historians of the mutiny/war of independence [1857] have produced other version of this turmoil in contrast to Zaka Ullah . The British bestowed various titles and rewards on their loyalists and elites in return for protecting the interests of the Englishs. The article under review sheds light on these secret corners which reveal new semantic aspects.

KeyWords: 1857, War of Independence, Informant, Reward, English, Letters, PostColonial, Criticism

اُردو ادبیات کے طالب علم ۱۸۵۷ء کا حوالہ بار بار پڑھتے ہیں، لیکن جس طرح مغل سلطنت کا رسمی خاتمہ تھا یا آخری مغل بادشاہ کے شہزادوں کا انگریز کے ہاتھوں قتل، بہادر شاہ ظفر پر مقدمہ، رنگون (برما۔ میانمر) کی طرف جلاوطنی، گلی کوچوں میں فقیروں کی طرف سے بہادر شاہ ظفر سے منسوب آخری کلام کی گونج، حسن نظامی کی طرف سے شاہی خانوادے کی بیگمات کے آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی کہانیوں کی صورت میں نوحہ۔ پر کیا یہ ساری صورتِ حال کا احاطہ کرتا ہے؟ کیا بات یہی ہے یا کہ یہ ماجرا انہیں تھا۔ اس کے کئی اور رُخ بھی ہیں جیسے مغل خاندان میں تخت و تاج کی خاطر اپنے بھائیوں اور بھتیجوں کو قتل کرنا، باپ کو قید میں ڈالنا یا سلطنت کے وسائل کم ہونے کے باوجود اپنے حرم کو سجائے چلے جانا۔ مغرب سے آنے والے تاجروں اور خصوصاً انگریزوں کی حکمتِ عملی کو نظر انداز کرنا اور پھر اپنے درباروں میں اُن لوگوں کو قریب تر لانا، جو نئے حکمرانوں سے ساز باز کر کے اس المناک انجام کو قریب تر لا رہے تھے، لیکن حقیقت کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے ہاں مطالعہ پاکستان میں تاریخی شعور کے فقدان نے جو کردار ادا کیا ہے اُس کی

ایک عبرت ناک مثال یہ ہے کہ جب ۶۔ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ایودھیا (اُتر پردیش) میں موجود بابری مسجد کو مسمار کیا گیا تو پاکستان کے صدرِ مملکت غلام اسحاق خاں (پ: ۲۰۔ جنوری ۱۹۱۵۔ و: ۲۷۔ اکتوبر ۲۰۰۶ء) نے ملکی اور غیر ملکی پریس کے سامنے مذمتی پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ ظہیر الدین بابر نے پانی پت کی پہلی لڑائی میں ہندوؤں کو شکست دی تھی؛ اُس کا بدلہ لینے کیلیے ہندوؤں نے بابری مسجد مسمار کر دی ہے۔ گویا صدرِ مملکت بھی نہیں جانتے تھے کہ ۲۱۔ اپریل ۱۵۲۶ء کو پانی پت (ہریانہ) کی پہلی لڑائی میں بابر کے مقابلے پر ابراہیم لودھی تھا [جس کے نام پر بھارت کے دارالحکومت میں لودھی اسٹیٹ کے تحت باغات، املاک و مقابر بھی ہیں] جب کہ یہ مسجد بابر کے حکم پر اس کے جرنیل میر باقی نے ٹیلہ رام کوٹ پر ۱۵۲۹ء میں تعمیر کرائی۔

اسی طرح آج مابعد نو آبادیات کے دبستانِ تنقید کے تحت سر سید، حالیؔ، نذیر احمد اور دیگر بہت سارے لوگوں کی کتابیں معتوب ہیں۔ اُن کے مد مقابل مشرقی شعریات کی بنیادیں تلاش کی جا رہی ہیں۔ گویا تمام فکری مباحث کے استدلال کو پرکھنے کا ایک بہت بڑا وسیلہ تاریخی شعور ہے۔ انگریزوں سے آزادی پانے کے بعد نا صرف بہت سی تاریخی دستاویزات منظر عام پر آئی ہیں، جن میں سے جاسوسوں اور مخبروں کی ڈائریاں بھی ہیں جن کے نام بعض مقامات پر انگریزوں نے چھپانے کی کوشش کی، لیکن اُنھیں اس کے صلے میں جو مراعات دی گئیں اُن کی تفاصیل گزٹیئرز میں موجود ہے۔ اس لیے ان جاسوسوں، مخبروں یا عرف عام میں غداروں یا نئے آقاؤں کی زبان میں وفاداروں کے بارے میں بہت سے شواہد شائع ہو چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی چھان پھٹک تحقیقی نقطۂ نظر سے کی جائے اور انتہائی غیر جانب داری اور بڑی احتیاط سے کی جائے۔

ابتدائی طور پر ہم غالب کے خطوں میں کہیں کھلے اور کہیں چھپے اشارے دیکھتے ہیں۔ یہی نہیں بل کہ باغیوں یا مجاہدینِ آزادی نے بہادر شاہ ظفر کو دوبارہ جب تخت پر بٹھایا تھا (۱۱۔ مئی ۱۸۵۷ء) تو غالب نے دربار میں حاضر ہو کر مبارک باد بھی پیش کی اور سکے کے دو شعر بھی پیش کیے جو مولوی محمد باقر کے اخبار (جس کا نام "دلی اردو اخبار" سے جنگ آزادی کے دوران میں "اخبار الظفر" ہو گیا تھا) میں شایع ہوئے۔ غالب کی یہ خوش قسمتی ہے کہ آج کے اخبارات کی طرح باغیوں کے اس مجاہدینِ آزادی کے اخبار میں بھی اُن کے اشعار کی جگہ کسی اور شاعر کے شعر چھپ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سارے ہنگامے میں غالب نا صرف اپنے خطوں میں صفائیاں دیتے رہے بلکہ فارسی میں ایک روزنامچہ 'دستنبو' بھی لکھ کر اپنی بریت کے لیے کوشاں رہے۔ یہ اور بات کہ جب ملکہ وکٹوریا کی طرف سے عام معافی کا اعلان ہوا تو غالب نے یوسف مرزا کے نام پہلی مرتبہ لکھا:

> "میں نے سکہ کہا نہیں، اگر کہا تو اپنی جان و حرمت بچانے کو کہا یہ گناہ نہیں، اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ معظمہ کا اشتہار بھی اس کو نہ مٹا سکے؟ سبحان اللہ گولہ انداز کا بارود بنانا اور توپیں لگانے اور بنک گھر اور میگزین کا لوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو مصرعے معاف نہ ہوں (۱)"؟

مولوی نذیر احمد کا ناول 'ابن الوقت' ہو یا سر سید احمد خان کی 'تاریخِ سرکشیٔ بجنور' یا 'اسبابِ بغاوت ہند' یا 'احکامِ طعامِ اہل کتاب' یا 'تبین الکلام' یا ایسی تمام کتابیں جو مسلمانوں کو نئے حاکموں کے قریب لانا چاہتی تھیں؛ آج کے زمانے میں کچھ "دانشوروں" نے اپنے غدار اسلاف کو عملیت پسند سیاست دان ثابت کرنے کی کوشش کی۔ علامہ محمد اقبال کا مشہور شعر ہے:

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ ملت ننگِ دیں ننگِ وطن

یہی نہیں اقبال کے جاوید نامہ میں 'جہنم' بھی ان غداروں کی ارواحِ رزیلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیتی ہے، مگر پاکستان میں ایک صدر مملکت میجر جنرل (ر) سکندر مرزا (پ:۱۸۹۹ء۔ و:۱۹۶۹ء) بھی تھے جن کے جدِ امجد میر جعفر نے بنگال کے مجاہدِ آزادی نواب سراج الدولہ سے غداری کر کے ۱۷۵۷ء میں جنگِ پلاسی میں نواب کی شکست میں بنیادی کردار ادا کیا تھا اور نواب کی شہادت کے بعد نئے حاکم کے فرمان کے تحت بنگال کے نواب بنائے گئے تھے۔ انھی سکندر مرزا کے بیٹے ہمایوں مرزا نے ۴۱۸ صفحات پر مشتمل ایک کتاب "From Plassey to Pakistan" لکھی (یونیورسٹی پریس آف امریکہ، ۱۹۹۹ء) جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ میر جعفر نے دراصل عملیت پسند سیاست دان کی طرح بنگال کے مسلمانوں کو بڑے نقصان سے بچانے کے لیے سمجھ دار حاکموں سے سمجھوتا کیا تھا۔ ابھی تک سلطان ٹیپو سے بدعہدی یا غداری کرنے والے میر صادق کی اولاد کا جوابی بیانیہ سامنے نہیں آیا۔

ہمارے ہاں مستشرقین کا ذکر دو طرح سے کیا جاتا ہے۔ ادارہ سازی میں احسان مندی کے طور پر جیسے فورٹ ولیم کالج کے جان گلکرسٹ کا، پنجاب ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن کرنل آل رائٹ یا گورنمنٹ کالج لاہور کے ڈاکٹر لائٹنر کا؛ تاہم اب ایسی کتابیں بھی سامنے آ رہی ہیں جن میں انھیں انگریزوں کے اقتدار کے لیے مقامی دانش وروں کی ضرورتیں اور وفاداریاں خریدنے والے کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے۔ جس کی ایک مثال علی اکبر ناطق کا ایم فل کا وہ مقالہ ہے جو اُنھوں نے منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور میں محمد حسین آزادؔ سے متعلق پیش کیا ('فقیر بستی میں تھا' کی کتابی صورت میں عکس پبلی شرز لاہور نے 2019ء میں شائع کیا) جس میں یہ بتایا گیا کہ ڈاکٹر لائٹنر یہودی تھے؛ اگرچہ خود کو عیسائی ظاہر کرتے تھے اور محمد حسین آزادؔ کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر اُنھیں جاسوسی کے مشن پر ایران اور وسط ایشیا میں بھیجا گیا:

> "اس داستان میں پہلا نام ڈاکٹر لائٹنر یعنی ملا عبدالرشید آفندی کا آتا ہے، جس نے آزاد کی ذہانتوں اور سوجھ بوجھ سے متاثر ہو کر وزارتِ خارجہ کی خفیہ ایجنسی کو آزاد کا نام تجویز کیا تھا کہ وہ اس خفیہ سیاسی مشن کے لیے پنجاب سے موزوں ترین منتخب فرد ہیں۔ عبدالرشید آفندی (ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر) پنجاب کی ایک اہم خفیہ ایجنسی جس کا خفیہ نام 'مدرسہ لاہور' تھا، کے لاہور میں سربراہ اور کرتا دھرتا تھے، جس کی بنیادی تفصیل کچھ یوں تحقیق ہوئی ہے۔ ڈاکٹر لائٹنر المعروف ملا عبدالرشید آفندی 1864ء میں برطانوی مرکزی حکمرانوں کی ایما پر بطور تعلیمی ریفارمر لاہور میں تعینات کیے گئے ..... یاد رہے کہ وہ پیدائشی یہودی تھی اور مرتے تک دم یہودی رہے ..... عام پبلک میں وہ اپنے آپ کو عیسائیت کے قریب ظاہر کرتے تھے۔" **(۲)**

اس مضمون میں بنیادی طور پر تو "اس گھر کو آگ لگ گئی" (غداروں کے خطوط)، [تحقیق و ترجمہ: سلیم قریشی، تدوین اشاعت: سید عاشور کاظمی، انجمن ترقی اُردو ہند، نئی دہلی، تعاون: انسٹیٹیوٹ آف تھرڈ ورلڈ آرٹ اینڈ لٹریچر لندن، ۱۹۹۳ء] پر انحصار کیا گیا ہے، مگر اس سے متعلقہ دیگر کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ یہاں ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ جگراؤں کے جس مخبر میر رجب علی ارسطو جاہ کی مخبری کی شہادتیں پیش کی گئی ہیں اُنھیں پنجاب کے گورنر ہاؤس میں اہم عہدوں پر رکھا گیا۔ اُن کا ذکر شمس الرحمان فاروقی کے ناول 'کئی چاند تھے سرِ آسماں' میں بھی ہے اور محمد حسین آزادؔ اور سید عابد علی عابدؔ سے متعلق کئی کتب میں بھی آیا ہے۔

خبر لکھنؤ، ۷ مارچ ۱۸۵۷ء

"علاقہ فیض آباد میں جو شاہ صاحب سے قصہ ہوا تھا اور پرچہ سابق میں ان کا حال بھی لکھا تھا، اب تحقیق ہوا کہ وہ احمد شاہ ہیں جو پہلے یہاں گھسیاری منڈی میں اُترے تھے اور اس طرح کی بڑ مارا کرتے تھے۔ اب باب میں سرکار نے تھانہ دار پر الزام رکھا ہے اس لیے کہ جب صاحب منتظم شہر اور کوتوالی تلاشی کو گئے تو شاہ صاحب کے پاس سے بہت سے ہتھیار نکلے اور تھانے دار نے روزنامچے میں ان کے ہتھیار کی فہرست نہ لکھی اس لیے تھانے دار موقوف ہوا۔" (۳)

ایران میں انگریزوں کی شکست، چین میں ناکامی، افغانستان میں تباہی وغیرہ سے انگریز ایک طرح سے بحران میں مبتلا تھے۔ حریت پسند اذہان نے اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کی اور ایران کے حوالے سے ایسی خبریں پھیلائیں جو انگریزوں کے لیے ایک اعصابی جنگ کا سبب بن سکیں۔

خبر ایران، ۲۱۔ فروری ۱۸۵۷ء

"ایک کارسپانڈنٹ دہلی گزٹ کا مقام کابل سے لکھتا ہے کہ سردار سلطان خان نے امیر کابل کو لکھا ہے کہ امیر آخور وکیل شاہِ ایران کا قندھار میں آیا ہے اور ایک فرمان شاہ ایران کو اس مضمون کا لایا ہے کہ مابدولت نے انھیں اکثر مطلع کیا ہے کہ کفار کے شریک نہ ہوں اور اپنے ہم مذہبوں کا ساتھ دو اگر انگریز تمہیں ترغیب و طمع دیں سلطنت ایک ملک کا دیتے ہیں تو ہم تمہیں حاکم دو ملک کا کر دیں گے اور وہ تم سے اقرار ایک لاکھ روپے ماہانہ کا کرتے ہیں تو ہم دو لاکھ روپے ماہانہ دیں گے۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ تمہیں ایک کروڑ دیں گے تو ہم دو کروڑ روپیہ دیں گے لیکن اگر تم اس وقت میں ہماری مدد نہ کروگے تو آئندہ کو نادم و پشیمان ہوگے۔" (۴)

افغانستان، ۷۔ مارچ ۱۸۵۷ء

"کابل میں زباں زدِ خاص و عام ہے کہ موسم برف کا آخیر ہوتے ہی ایرانی داخلِ کابل ہوں گے۔ گو غلام حیدر خان قندھار میں مقیم ہے مگر بڑا نادم ہے۔ کارسپانڈنٹ صاحب لکھتے ہیں کہ جمیعِ رعایا کابل اور جمیعِ افغانستان کے باشندے خیر خواہ ایران ہیں۔ عجب نہیں کہ وقتِ آمد سپاہ ایران کے رعایا، سپہ سالارِ لشکر ایران سے رجوع کرے۔ ہر آدمی کو زعم ہے کہ شاہ ایران کی مداخلت یا ظلم بہتر ہے اہلیان انگریزی سے کہ غیر قوم ہماری میں رجوع نہیں کریں گے۔" (۵)

خبر چین، ۱۷۔ فروری ۱۸۵۷ء

"اخبارات کلکتہ سے روشن ہوا کہ دریں والا شاہِ چین نے اپنی قلمرو میں اشتہارات بہ ایں مضمون جاری کیے ہیں کہ جس وقت جہاز یا لشکر انگریزوں کا ہماری قلمرو میں آتے دیکھو بے تکلف لوٹ لو اور کسی قوم عیسائی کو اپنے چنگل سے نہ چھوڑو اور اگر کچھ فوج کی ضرورت پڑے تو ہم سے طلب کرو۔ اور جو انگریز کہ جہاں کہیں ہماری قلمرو میں ہیں، خواہ اعلانیہ وہ خواہ خفیہ مقیم ہیں اونکو غنیم سمجھنا چاہیے اور جو شخص کہ سر کسی انگریز کا تن سے جدا کر کے لائے گا شاہِ چین سے انعام پائے گا۔" (۶)

خبر چین، ۲۸۔ فروری ۱۸۵۷ء

"فینکس اخبار سے واضح ہوا کہ ارادہ سرکار انگریزی کا اس طور مقرر ہوا ہے کہ دس رجمنٹ گوروں اور سپاہیوں کی واسطے رفع فساد اہلِ چین کو روانہ کریں۔ چناں چہ واسطے روانگی افواجِ ظفر امواج انگریزی کے ایک جہاز کو کرایہ پر لیا اور جلد روانہ ہونے والا ہے۔ اخباراتِ چین خبر دیتے ہیں کہ جزیرۂ ہوامپو میں اہلِ چین نے خانۂ انگریزی مسمی کوراگو کو آگ سے جلا دیا اور مرمت گاہِ جہازات انگریزی کو لوٹ کر لے گئے اور بالکل تہہ وبالا کر دیا۔" (۷)

پیام روس، ۱۴۔ مارچ ۱۸۵۷ء

"شاہ ایران جو روسیوں سے خواستگارِ مدد ہوئے تھے۔ سو سنا ہے کہ روسیوں نے بیڑا روسی فوج کا سپین کے نواح میں ایران کی مدد کے واسطے تیار کیا اور ساتھ ہی روس کے روسیوں نے شاہ ایران کو پیغام بھیجا ہے کہ آپ ہم سے ایک اقرار نامہ پختہ کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ پھر ہم سے فرنٹ ہو جاویں۔ سو جب تک وہاں سے جواب اس کا نہ آئے گا روسی مدد نہ کریں گے۔" (۸)

جیسا کہ مسعود قریشی نے لکھا 'یہ تو تھی زبان خنجر اور سایۂ خنجر کی باتیں لیکن جب آستین کا لہو پکارا تو کئی رسل پیدا ہو گئے' ایف ڈبلیو بکلر F. W. Buckler نے تو The Political Theory of Indian Mutiny میں یہاں تک کہہ دیا کہ:

"ہندوستان میں باغی ہندوستانی نہیں تھے بلکہ انگریز باغی تھے جنھوں نے ہندوستان کی قانونی حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ ابتداً تو انگریزوں نے خانہ پری کے طور پر ہندوستانی حکومت کو رکھا لیکن 1847ء کے بعد سے آدابِ شاہی اور دربار کے اصولوں کی خلاف ورزی شروع کر دی یہاں تک کہ 1857ء کی جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد انھوں نے بادشاہ کو گرفتار کیا، اسے جلا وطن کیا اور بری طرح ذلیل کر کے ہندوستانیوں پر سے شاہی اثرات کو ختم کرنے کی کوشش کی۔" (۹)

قریباً تیس صفحات پر بکلر نے تفصیل سے بحث کی ہے کہ بادشاہ کبھی ہندوستان کے تخت سے دست بردار نہیں ہوا۔ بکلر کی بحث حقائق پہ مبنی ہے اس لیے کہ دہلی کے کسی بادشاہ نے (وظیفہ خوار ہونے کے باوجود) کبھی تخت سے دست برداری کا اعلان یا انگریزوں کے تسلط کو تسلیم نہیں کیا حتیٰ کہ شاہ عالم بادشاہ نے بھی جسے جنرل لیک نے مرہٹوں کے تسلط سے بچایا تھا اور شاہ عالم کا وظیفہ مقرر کیا تھا، لارڈ لیک کو جن خطابات سے نوازا تھا وہ حسب ذیل تھے:

"صمصام الدولہ، خان دوراں، جنرل، جرار لیک، بہادر، سپہ سالار، فتح جنگ، یکے از صاحبان کونسل وشکر بادشاہ انگلستان متعلقہ کشور ہندوستان فدوی، خاص شاہ عالم بادشاہ غازی۔" (۱۰)

تاہم یہ وفادار مخبر عوامی تاثرات بھی آقاؤں کو پہنچاتے تھے، تاکہ گلی کوچے کی سرسراہٹیں بھی انگریزوں کے 'گوشِ حکمت' تک پہنچائی جا سکیں:

"جاہل مسلمانوں کو یقین تھا کہ انگریز سلطنت کے جسم میں ایک ایسا پھوڑا نکلا ہے کہ وہ جانبر نہ ہو گی۔ یہ کام لچے، شہدے، مسلمانوں کا تھا جو جہاد جہاد پکارتے تھے مگر جب بخت خان جس کا نام اہلِ

شہر نے کم بخت خان رکھا تھا دہلی آیا تو اس نے یہ فتویٰ لکھا کہ مسلمانوں پر جہاد فرض ہے اگر کافروں کی فتح ہو گئی تو ان کے بیوی بچوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ غرض جہاد کا غل مچانا اور "محمدی جھنڈا" لگانا رزیل مسلمانوں کا کام تھا۔"(۱۱)

حکمت عملی کے تحت انگریزوں نے بعض بڑے مخبروں کو بچانے کے لیے ریکارڈ میں سے ان کے نام حذف کر دیے یا ممکن ہے اُنھیں بعض 'پردہ پوش' انعام کے لالچ کے بغیر اطلاعات پہنچاتے رہے ہوں، تاہم جن 'غداروں کے خطوط' ریکارڈ میں ہیں، ان میں نمایاں مولوی رجب علی، مرزا الٰہی بخش، گوری شنکر، تراب علی کے نام نمایاں ہیں۔ ان کے علاوہ ان خطوط سے کچھ اور اہم نام بھی سامنے آئے ہیں جنھیں مخبروں نے اپنی معلومات کے ماخذ کے طور پر ظاہر کیا ہے، جیسے مفتی صدر الدین آزردہ (صدر الصدور)، حکیم احسن اللہ، حتیٰ کہ خود بہادر شاہ ظفر کی سب سے چہیتی ملکہ زینت محل بھی اس صف میں نظر آتی ہیں۔ زینت محل کے متعلق سوائے ایک خط کے، جس کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے غداری کا کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ کہیں کہیں تاریخ میں اس کے حوالے ملتے ہیں کہ وہ ایک ماں کی حیثیت سے یہ چاہتی تھیں کہ ان کے بیٹے جواں بخت کو بہادر شاہ کے بعد تخت نشین کیا جائے لہٰذا یہ امکان نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس نکتہ پر ان کی ہمدردیاں حاصل کی گئی ہوں۔ کچھ خطوط نامعلوم لوگوں کی طرف سے ہیں جو اپنے مندرجات کی وجہ سے بہت اہم ہیں۔ مثلاً 31 جولائی کو ایک نامعلوم لکھتا ہے کہ کل بارش کی وجہ سے حملہ ملتوی کرنا پڑا۔ پلوں کی تیاری مکمل ہے اور مندرجہ ذیل فوجیں علی پور جانے کو تیار کھڑی ہیں اور اس کے بعد توپوں اور گولوں کی تعداد اور فوج کی ایسی تفصیلات ہیں کہ کوئی معمولی آدمی ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح 4 اگست کے خط میں ایک اور نامعلوم ایسی تفصیلات لکھتا ہے کہ بادشاہ نے کیا کیا۔ حتیٰ کہ کس کس نے کیا کیا۔ اس خط میں سب سے اہم جملے یہ ہیں:

"میں زینت محل، مکھند لال، حکیم جی اور مرزا الٰہی بخش سے ساز باز کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ لیکن منصوبے پر عمل کرنے کے لیے آپ کے حکم کا انتظار ہے۔"(۱۲)

مولوی رجب علی کے متعلق کچھ تفصیلات سلیم قریشی کی وضاحتوں میں دی گئی ہیں جن سے اس کے تقرب شاہی اور غدارانہ سرگرمیوں کی نشان دہی ہوتی ہے۔ رجب علی کی خدمات کو کیو براؤن Cave -Brown نے اپنی کتاب (جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے) Punjab & Delhi in 1857 میں جس محبت اور ہمدردی سے سراہا ہے اس کا اقتباس دیکھیے:

"دہلی کا محاصرہ شروع ہوتے ہی میجر ہوڈسن کی سرکردگی میں مخبروں اور جاسوسوں کی تنظیم کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ میجر ہوڈسن نے اپنے ایک پرانے واقف کار مولوی رجب علی سے جو اس سے پہلے ہنری لارنس کے میر منشی رہ چکے تھے رابطہ کیا۔ مولوی صاحب یہ خدمت انجام دینے پر بخوشی تیار ہو گئے اور انھوں نے یہ خدمت ایسی وفاداری اور جوش و خروش سے انجام دی کہ اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ وہ دہلی کے عین وسط میں رہتے ہوئے شہر میں موجود باغیوں کے متعلق ہر وہ اطلاع جس کا جاننا ہمارے لیے ضروری تھا، کاغذ کی پرچیوں پر لکھ کر، چپاتیوں کے پروں میں، جوتوں کے تلووں میں، پگڑیوں کی تہوں میں، سکھوں کے بالوں کے جوڑوں میں چھپا کر ہم تک بھیجتے رہے۔ اس طرح باغیوں کے مورچوں اور منصوبوں کی اطلاع ہمارے کمانڈروں تک بر وقت پہنچاتے رہے۔"(۱۳)

یہ تھی رجب علی کے کردار کی جھلک دوسروں کی زبانی۔ اب رجب علی کی اپنی زبانی (بحوالہ، تحقیقات چشتیہ (باغیچۂ رجب علی) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء دیکھیے) وطن کو غلامی میں دینے والا خود القابات و خطابات کا کتنا اسیر تھا: "بعدِ تسخیر دہلی بحصول رخصت وطن آیا۔ جب جارج کارنک، صاحب بہادر، کمشنر ایں روئے ستلج نے رپورٹ، اہلِ خدمت کی تو پیش گاہ لارڈ کیننگ، صاحب بہادر، گورنر جنرل کشور ہند وائسرائے سے خلعت، پانچ ہزار روپیہ بذریعہ بندگان حضور سر جان لارنس، صاحب بہادر، گورنر جنرل حال مرحمت ہوا اور کچھ جاگیر عطا ہوئی اور خطاب "ارسطو جاہ" کا ملا۔ اور خطاب "خان بہادر" کا مہم لاہور میں پیش گاہ لارڈ کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل سابق سے عطا ہوا تھا۔ ۱۸۶۱ء۔ ۱۸۶۳ء میں براہ سکھر کراچی و بمبئی و عدن "مشرف بہ حج و زیارت" ہو کر وارد جگراؤں ہوا۔ جناب باری اس دولت انگلیشی کو روز بروز ترقی بخشے کہ طرح طرح کی ترقیات کشور ہندوستان میں "یہ نیتِ نیک حکامِ سپہر مقام" عمل میں آئیں۔ اگرچہ مجھ میں کوئی لیاقت و قابلیت نہیں مگر الحمد اللہ حکام عہد ہمیشہ عزت افزائی میں مصروف رہے۔ چناں چہ اب چارلس ایلیٹ صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہت نظر عنایت رکھتے ہیں۔ یہ تھے ارسطو جاہ، خان بہادر، مولوی رجب علی، رئیس جگراؤں جن کے اپنے اعترافات نے ان سارے اہل تکریم وجاہ کو رسوا کر دیا جنہیں انگریزوں نے، سر اور خان بہادر کے خطابات سے نوازا تھا'۔ (۱۴)

کلو اور دوسرے مخبر، ۱۳۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔

"کلو اور دوسرے مخبروں نے مندرجہ ذیل اطلاعات بھیجی ہیں۔ ہم لاہوری دروازے سے شہر میں داخل ہوئے۔ باغی فوج نے ہمیں فقیر سمجھ کر حراست میں لے لیا۔ ہم چھ گھنٹے حراست میں رہے۔ اس دوران ہمیں پتہ چلا کہ بیجا بائی اور دوسرے باغیوں نے آگرہ جیل پر حملہ کر کے تمام قیدیوں کو رہا کرالیا ہے۔ اور وہاں پر موجود انگریزی فوج کو محاصرے میں لے لیا ہے۔ یہ باغی اب دہلی کی طرف کوچ کرنے والے ہیں۔ چناں چہ 12/ تاریخ کو انگریزی کیمپ پر حملہ کرنے کا جو منصوبہ بنایا گیا تھا اسے اب آگرہ کی فوج کے یہاں پہنچنے تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔ لیکن آگرہ کے باغی یہاں پہنچیں یا نہ پہنچیں، حملہ ضرور ہو گا۔ بادشاہ نہیں چاہتا کہ آگرہ کی فوج یہاں پہنچے اس لیے کہ اس کا خزانہ بالکل خالی ہو چکا ہے۔ بادشاہ نے فرمان جاری کیا ہے کہ آگرہ پر باغیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اور وہاں بادشاہ کی حکومت قائم کر دی گئی ہے۔ اس کی خوشی میں آج 21 توپوں کی سلامی دی گئی۔ دہلی دروازے پر فوج کا پہرہ ہے لیکن پہاڑی پر کوئی فوج یا توپ نظر نہیں آتی۔ باغی فوج کا کوئی دستہ ابھی علی پور روانہ نہیں ہوا۔ بھرت پور سے آنے والے دو خطوط راستے میں پکڑ لیے گئے تھے انھیں دہلی بھیج دیا گیا ہے۔" (۱۵)

مولوی رجب علی، ۲۱۔ جولائی ۱۸۵۷ء

(مولوی رجب علی کی اطلاعات کا اقتباس جو جی۔ سی بارنس، کمشنر اینڈ سپرنٹنڈنٹ ستلج سٹیٹس، انبالہ کو بھیجا گیا)

"گوالیار کی فوجیں آگرہ کو تاراج کرنے کے بعد دہلی کی طرف روانہ ہو گئی ہیں۔ جے پور کی فوج جو ہوڈل میں تھی اس کا اب کچھ پتہ نہیں۔ یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ سہامل جاٹ جس نے میرٹھ میں

بغاوت کر کے کافی نقصان پہنچایا تھا، ایک حملے کے دوران اپنے چھ سو ساتھیوں سمیت مارا گیا۔"

(۱۶)

رجب علی، ۲۷۔ جولائی ۱۸۵۷ء

"جنرل بخت خاں کی خواہش ہے کہ وہ سات یا آٹھ ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ علی پور بھیج دے تاکہ وہاں پہنچ کر انگریزی فوج کے مواصلات اور رسد رسانی کے سلسلے کو ختم کر سکے۔۔۔ کل کی خبر ہے کہ نیچہ فوج جو انفنٹری کے چار رجمنٹ، کیولری کے دو رجمنٹ، گھوڑوں سے کھینچی جانیوالی آٹھ توپوں اور آٹھ بھاری توپوں پر مشتمل ہے، دہلی کے قریب عرب سرائے آ پہنچی ہے اس کا ارادہ جھانسی، جیند اور کرنال جانے کا ہے۔ کچھ غازی اور سپاہی بھی اس کے ساتھ آملے ہیں۔ یہ فوج کمپونیچہ کہلاتی ہے۔ ان کے پاس کوئی میگزین نہیں ہے۔"(۱۷)

نئے آقاؤں کی امیدیں یہاں بسنے والی دوبڑی قوموں کے نفاق سے وابستہ تھیں، اس لیے ایسی جاسوسی کی بھی اپنی اہمیت تھی۔

رجب علی، ۲۹۔ جولائی ۱۸۵۷ء

"آج شہر کے ہندوؤں نے پانچ قصابوں کو گائے ذبح کرنے پر ہلاک کر دیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نااتفاقی بڑھتی جا رہی ہے۔ بادشاہ سلامت نے اس کی روک تھام کے لیے شہر میں گائے بلکہ بکرے کے گوشت کی فروخت کی بھی ممانعت کر دی ہے۔ کٹر قسم کے بعض مسلمان اس پر کافی خفا ہیں۔ انھوں نے عید کے دن سرِ عام گائے ذبح کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔ اگر ہندو سپاہیوں نے اُنھیں روکنے کی کوشش کی تو ان کا ارادہ ان کے خلاف جہاد کرنے کا ہے۔ جس میں وہ یا تو ہندوؤں پر فتح حاصل کریں گے یا شہید ہو جائیں گے۔ ان کے لیے گائے کے ذبح کے مخالفوں کے خلاف جنگ کرنا اتنے ہی ثواب کا کام ہے جتنا فرنگیوں کے خلاف۔ یہ کہتے ہیں ہمیں چاہیے کہ پہلے ہندوؤں سے نبٹ لیں بعد میں انگریزوں سے بھی نبٹ لیں گے۔ یقینی بات ہے کہ عید کے دن یہاں خون خرابہ ہو گا۔۔۔ حکیم احسن اللہ خان سپاہیوں کی تنخواہ خرد برد کر رہا ہے۔ ان کی تنخواہ میں سے چار روپے فی کس ان کو ادا کرتا ہے اور بقیہ چھ روپے خود کھاتا ہے۔ سپاہی بے حد ناراض ہیں۔ خیال ہے اس کو جلد مار ڈالیں گے۔۔۔ 74ویں اور 54ویں رجمنٹوں کے پاس پانچ سو من بارود کا ایک علیحدہ ذخیرہ موجود ہے جو وہ کسی دوسری رجمنٹ کو دینا نہیں چاہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ بارود کا یہ ذخیرہ اُنھوں نے اپنے استعمال اور حفاظت کے لیے جمع کیا تھا۔ اس پر کسی دوسری رجمنٹ کا حق نہیں۔ یہاں پر تقریباً چار سو من کچا گندھک موجود ہے لیکن صاف کیے ہوئے گندھک کا کوئی ذخیرہ شہر میں موجود نہیں۔ دہلی کے شرفاء کافی خوف زدہ ہیں۔ اُنھیں اس جنگ میں سلامتی کی توقع نہیں۔ مفتی صدر الدین آزردہ اور نواب حامد علی خان کے گھروں پر کافی دنوں سے پہرہ ہے۔ میں نے بادشاہ سلامت کو مشورہ دیا تھا کہ ان کو چاہیے خفیہ طور پر شہر کا دروازہ کھلوا کر انگریزی فوج کے شہر میں داخل ہونے کا بندوبست کریں۔ اس طرح ان کی جان تو

شاید نہ بچ سکے لیکن اس احسان کے بدلے انگریز ان کے ورثا سے اچھا سلوک کریں گے۔ بادشاہ سلامت تو راضی ہو جاتے لیکن حکیم احسن اللہ خان نے دخل اندازی کر کے معاملہ خراب کر دیا۔"(۱۸)

رجب علی، ۲۔ اگست ۱۸۵۷ء

"کل شام کی جنگ انگریزی مورچوں پر بندوقوں کے حملے سے شروع ہوئی۔ بیچ میں کچھ دیر کے لیے وقفہ بھی رہا۔ انگریزی فوج اپنے مورچوں میں جمی رہی اور جب باغی فوج قریب پہنچ گئی تو اُنھوں نے اس پر توپوں اور بندوقوں سے گولہ باری شروع کر دی۔ یہ سلسلہ رات کے نو بجے تک جاری رہا۔ ندی پر باغیوں نے جو پل بنایا تھا وہ بارش میں بہہ گیا اور آس پاس کے زمیندار پل کے تختے اور لکڑیاں اٹھا کر لے گئے۔ باغیوں کا فوجی دستہ محاذ سے اب واپس پہنچا ہے۔ یہ وہ دستہ ہے جس نے شام کو آٹھ بجے کے قریب دوسرے سپاہیوں کے ساتھ مل کے ہمارے مورچوں پہ حملہ کیا تھا۔ جن مورچوں پر حملہ کیا گیا تھا ان میں سبزی منڈی، ہندو راؤ اور باؤلہ مورچہ شامل ہیں۔ انگریز فوج کو اپنے مورچے چھوڑنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان کو صرف حملہ آوروں کا جواب دینے اور جب وہ قریب پہنچ جائیں تو ان پر گولہ باری کرنے کی ہدایت تھی۔ باغی جب پسپا ہونے لگے تو ان پر گولوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ اُنھوں نے دوبارہ حملہ کیا اور دوبارہ ان کا یہی حشر ہوا۔ باغی رات بھر اسی طرح حملے کرتے رہے اور ہر بار ان کو اسی طرح پسپا ہونا پڑا۔ اب صبح کے دس بجے ہیں۔ اُنھوں نے ہندو راؤ کے گھر اور باولی کے مورچوں کو چھوڑ کر سبزی منڈی کے مورچوں پر توجہ دینی شروع کی ہے۔ کیپٹن ٹریورز کو گولہ لگا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ ہماری فوج کے تقریباً پندرہ افراد ہلاک اور زخمی ہوئے جبکہ دشمن کا نقصان اس سے بہت زیادہ ہوا۔ ان کی صحیح تعداد کی اطلاع بعد میں دی جائے گی۔ باغیوں نے اپنے حملے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ فوج کا ایک دستہ چار گھنٹے تک محاذ پر جا کر لڑتا ہے اور بگل کی آواز پر واپس دہلی آ جاتا ہے اور اس کی جگہ ایک دوسرا دستہ لے لیتا ہے۔ اس طرح لڑائی متواتر جاری رہتی ہے اور باغیوں کی تمام فوج جنگ میں باری باری حصہ لیتی رہتی ہے۔"(۱۹)

(یہ خط براہ راست کمانڈر ان چیف کو بھیجا گیا۔ اس لیے اس میں دونوں مورچوں کا احوال ہے۔ رجب علی کے زیادہ تر خطوط "ہائی کمان" کو جاتے تھے) ولیم ایڈورڈ 1857 کے دوران بنارس میں جج تھے، وہ بدایوں اور روہیل کھنڈ میں کلکٹر اور مجسٹریٹ بھی رہے تھے، ہندوستانی سپاہیوں کی بغاوت میں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے، اگلے ہی برس اُنھوں نے لندن سے اپنی ڈائری شائع کرائی Personal Adventures During the Indian Rebellion in Rohilcund, Futtehghur and Oude، مولوی نذیر احمد نے اس کا ترجمہ 'مصائبِ غدر' کے نام سے کیا، جس میں انگریزوں کی ایک حکمتِ عملی کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ مشنریوں کی تبلیغ یا حاکم کی ترغیب سے جو ہندوستانی عیسائیت قبول کر رہے تھے، وہ اُنھیں اس ہنگامے میں زیادہ وفادار خیال کرتے تھے اور وہ ان کے ساتھ عبادات میں شریک ہوتے تھے تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ اس وقت حاکم کافر ہے یا وہ مسلمانوں یا ہندوؤں کا عقیدہ

بگاڑنے میں مستعد ہے، اسی طرح وہ بعض باغی سپاہیوں کے بد دلی کے اسباب کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں، جس سے شاید نذیر احمد کو اپنے ناول ''ابن الوقت'' کے مرکزی کردار کی اس بغاوت کے موضوع پر لمبی تقریر بیان کرنے میں بھی مدد ملی ہو گی۔ اس کے تین اقتباس دیکھئے:

''اتوار کے دن مئی کی ۳۱ تاریخ، میں نے بدایوں کے نمازیوں کو کہ چند آدمی تھے، جمع کیا اور سب نے جماعت سے نماز پڑھی جب میں ہندوستانی زبان میں نمازِ شام پڑھ چکا۔۔۔۔''(۲۰)

''بلوے سے ایک برس بلکہ آگے میں نے حکام اعلیٰ سے صاف صاف بیان کر دیا تھا کہ دیوانی عدالتیں اپنے اختیارات بہت بری طرح عمل میں لاتی ہیں، ان کا یہ طریقہ نہایت بے ٹھور ٹھکانے ہے کہ تھوڑے تھوڑے قرضوں کے لیے منافع و مرافق اراضی نیلام کرواڈالتی ہیں، اس طرح پرانے خاندان جلد بے دخل کر دیے جاسکتے ہیں لیکن ہم پچھلی باتوں کی یاد تو نہیں مٹاسکتے یا ان میں اور رعایا میں جو قدیم کا تعلق ہے، اس کو تو ناپید نہیں کر سکتے۔''(۲۱)

''سپاہ، قوانینِ سرکار سے نہایت بے دل ہے، جن کی رو سے رخصتیں کٹ گئیں، استحقاق گھٹ گئے، جو سپاہی رضا لے کر گھر جاتے تھے، ان سے راہ میں پلوں اور سرکاری سرایوں کا محصول لیا جانے لگا، حالانکہ سپاہیوں کا بیڑا مخصوص و مستثنیٰ متصوّر ہو کر ان لوازمات سے مرفوع القلم رہا ہے۔''(۲۲)

یہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی معنوی و تفہیمی اشکالات کے چند گوشے تھے، آنے والے عہد میں اس پر تحقیق ہوتی رہے گی اور نت نئے انکشافات و اعترافات سامنے آتے رہیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ غلام رسول مہر، خطوط غالب، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۲ء، ص ۳۳۷۔۳۳۸

۲۔ علی اکبر ناطق، فقیر بستی میں تھا، لاہور، عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ص ۱۱۱۔ ۱۱۲

۳۔ بحوالہ: سید عاشور کاظمی، مرتّب، اس گھر کو آگ لگ گئی (غداروں کے خطوط)، تحقیق: سلیم قریشی، نئی دہلی، انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۹۳ء، نور مغربی، جلد ۵، شمارہ ۱۰، ص ۳۴

۴۔ بحوالہ: نور مغربی، جلد ۵، شمارہ ۸، ص ۳۴

۵۔ بحوالہ: نور مغربی، جلد ۵، شمارہ ۱۰، ص ۳۴۔۳۵

۶۔ بحوالہ: نور مغربی، جلد ۵، شمارہ ۷، ص ۳۵

۷۔ بحوالہ: نور مغربی، جلد ۵، شمارہ ۹، ص ۳۵

۸۔ بحوالہ: نور مغربی، جلد ۵، شمارہ ۱۱، ص ۳۵

9. Buckler F. W, The Political Theory of Indian Mutiny, R. H. . Su-4/5 (1871) p.71-100 based on evidence of Bahadur Shah II, …(30 pages)

۱۰۔ سید عاشور کاظمی، مرتّب، اس گھر کو آگ لگ گئی (غداروں کے خطوط)، ص ۵۳

۱۱۔ ایضاً، ص ۵۵

۱۲۔ ایضاً، ص ۶۱۔۶۲

13. J. Cave-Brown, Punjab & Delhi in 1857 (London: 1861), vol:1, P:339/34.

۱۴۔ سید عاشور کاظمی، مرتّب، اس گھر کو آگ لگ گئی (غداروں کے خطوط)، ص ۶۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۹۸

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۰۵

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۰۹

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۱۲

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۱۵۔۱۱۶

۲۰۔ ولیم ایڈورڈ، مصائبِ غدر، مترجمہ: نذیر احمد دہلوی (کراچی: آکسفورڈ پریس، ۲۰۱۵ء، ص 55

۲۱۔ ایضاً، ص ۹

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۱

References in Roman Script:

1. Ghulam Rasool Mehr, Letters of Ghalib, Lahore, Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1962, pp. 337-338
2. Ali Akbar Natiq, Faqeer Basti Mien, Lahore, Aks Publications, 2019, p. 111-112.
3. Ba-hawala, Syed Ashoor Kazmi, editor,Is Ghar Ko Aag Lag gai (Gaddaron Kay Khatoot), Tahqeeq: Saleem Qureshi, New Delhi, Association for the Development of Urdu-Hind, 1993, Noor-e-Maghrabi, Volume 5, Issue 10, p.34
4. Bahawala,Noor-e-Maghrabi, Volume 5, Issue 8, p. 34
5. Bahawala, Noor-e-Maghrabi, Volume 5, Issue 10, p. 34-35
6. Bahawala, Noor-e- Maghrabi, Volume 5, Issue 7, p. 35
7. Bahawala:Noor-e- Maghrabi, Volume 5, Issue 9, p. 35
8. Bahawala, Noor –e-Maghrabi, Volume 5, Issue 11, p. 35
9. Buckler F. W, The Political Theory of Indian Mutiny, R. H.Su-4/5 (1871) p.71-100 based on evidence of Bahadur Shah II, …(30 pages)
10. Syed Ashoor Kazmi, editor, ,Is Ghar Ko Aag Lag gai (Gaddaron Kay Khatoot), p. 53
11. Ibid. p.55

12. Ibid .p. 61-62
13. J. Cave-Brown, Punjab & Delhi in 1857 (London: 1861), vol:1, P:339/34
14. Syed Ashoor Kazmi,(Muratab),Is Ghar Ko Aag Lag Gai(Gaddaron Kay Khatoot), p. 67
15. Ibid. p.98
16. Ibid. p.105
17. Ibid. p.109
18. Ibid. p.112
19. Ibid.p.115-116
20. William Edward, Masaib-e-Ghadr, (Mutarjam) Nazir Ahmad Dehlavi (Karachi: Oxford Press, 2015, p. 55)
21. Ibid.p. 9
22. Ibid. p.21